افواہیں اور ان کے مہلک اثرات
شرعی نقطہ نگاہ سے ایک جائزہ

جناب محمد یوسف فاروقی صاحب

آج کے دور میں جہاں اور بہت سی برائیاں اور بداخلاقیاں ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی بیماری افواہیں پھیلانے کی ہے۔ شاید افواہیں پھیلانے والوں کو یہ اندازہ بھی نہ ہو کہ بسا اوقات اس کے منفی اثرات معاشرہ اور مملکت دونوں کے لیے خطرناک ہوتے ہیں، اور جس کے تباہ کن اثرات سے خود افواہ سازی کا کام کرنے والے بھی نہیں بچ سکتے۔

شرعی نقطہ نظر سے افواہیں پھیلانا یا افواہوں کے ذریعے معاشرہ میں فتنہ و فساد پھیلانا ایک بدترین جرم ہے، اس لیے کہ افواہیں بغیر کسی بنیاد کے معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان نہ صرف نفرت و حقارت پیدا کرتی ہیں، بلکہ بسا اوقات بلاوجہ لڑائی جھگڑے کا سبب بھی ہوتی ہیں۔ افواہوں کے مہلک اور مضر اثرات کے پیش نظر اسلامی مملکت کے شہریوں پر یہ فریضہ شرعاً عائد ہوتا ہے کہ وہ خود کسی قسم کی افواہیں نہ پھیلائیں، بلکہ افواہیں پھیلانے والوں پر بھی کڑی نظر رکھیں اور انہیں بھی افواہیں نہ پھیلانے دیں۔ من گھڑت اور جھوٹی باتیں نہ صرف دنیوی اعتبار سے جرم ہیں، بلکہ آخرت میں بھی اس جرم کی پاداش میں سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ دنیا میں بھی اس قسم کی گھٹیا حرکتوں کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔

افواہیں خواہ حکومت کے خلاف ہوں یا کسی ادارے کے، جماعت مسلمین کے کسی فرد کے خلاف ہوں یا اُمتِ مسلمہ کے کسی طبقہ کے خلاف ہر حالت میں قابلِ مذمت ہیں۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ چند افراد کی پھیلائی ہوئی باتیں پوری قوم کے لیے شرمندگی اور پریشانی کا باعث بن گئیں، اور اس کے سنگین نتائج آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے۔

عہدِ نبوی میں افواہیں پھیلانے کا کام منافقین کیا کرتے تھے۔ منافقین نہ ملت اسلامیہ کے خیر خواہ تھے نہ ہی مملکتِ اسلامیہ کے۔ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو ملّتِ اسلامیہ پر بھرپور وار کریں۔ خصوصاً ان حالات میں جب مسلمانوں پر جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہوتا تھا تو ان کی تخریبی سرگرمیاں مزید تیز ہو جاتی تھیں۔ منافقین کبھی خوف و ہراس پھیلانے کے لیے افواہیں پھیلایا کرتے تھے اور کبھی کسی واقعی خطرے کو چھپانے کے لیے غلط قسم کا اطمینان پیدا کرنے کے لیے بے بنیاد اور مبالغہ آمیز خبریں پھیلاتے تھے۔ قرآنِ حکیم نے اس کا سدِباب کرنے کے لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب اس قسم کی غیر مصدقہ خبر یا افواہ پہنچے تو اُسے ہرگز لوگوں میں نہ پھیلایا جائے۔ بلکہ اس قسم کی بے بنیاد خبروں اور افواہوں کے بارے میں اربابِ حل و عقد کو آگاہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اس قسم کی افواہوں کا جائزہ لیں اور ٹھیک ٹھیک صورتِ حال سے ملّت کو آگاہ کریں۔ اگر کوئی بات صحیح ہے اور اُمت کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے، تو حکومت خود اس خبر کی اشاعت کرے گی، اور اگر معاشرہ میں محض بے چینی یا فتنہ و فساد پھیلانے کے لیے افواہ پھیلائی گئی ہے تو بھی حکومت اور اس کے خفیہ ادارے افواہیں پھیلانے والوں کے خلاف کارروائی کریں گے۔ اور افواہوں کے مضر اثرات کی روک تھام کے لیے تمام ضروری اقدامات کریں گے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهٖ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ

لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ؕ

(النساء ۴ : ۸۳)

" اور جب ان کو کوئی بات امن یا خطرے کی پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں ۔ اگر یہ اس کو رسول اور اپنے اولوا الامر کے پاس پہنچا دیں تو وہ بات ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ بات کی تہ تک پہنچ جائیں اور صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں ۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو مخصوڑے سے لوگوں کے سوا تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے "۔

اس آیت میں افواہیں پھیلانے کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اور ذمہ دار شہریوں پر یہ فریضہ عاید کیا گیا ہے کہ وہ کوئی افواہ سنیں تو ارباب حل وعقد کو اس سے آگاہ کریں ۔ خود اس افواہ کو بیان کرکے نہ پھیلائیں ۔ بلا وجہ سنی سنائی بات کو لوگوں میں بیان کرکے اس میں شریک نہ ہوں جو کسی بدکردار اور مجرمانہ ذہنیت رکھنے والا فرد افواہ پھیلا کر حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا سنہری اصول بیان فرمایا ہے جو ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک دستوری ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے ؛

كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ما سمع [۱]

" گناہ کے لیے یہ بات کافی ہے کہ انسان ہر سنی سنائی بات بیان کرنے لگے "۔

قرآنِ حکیم اصلاحِ معاشرہ کے لیے جہاں ضروری ہدایات دیتا ہے ، وہاں ایسی باتوں کا بھی قلع قمع کرتا ہے جو معاشرے کے پُر امن اور پُرسکون ماحول کو بگاڑتا ہو۔

[۱] ابوداؤد ، السنن ، جلد ۲ ص ۲۰۳

سورۂ الاسراء کی اس آیت مبارکہ کو غور سے پڑھیے، جو نہ صرف بے بنیاد باتوں کے پیچھے نہ لگنے کا حکم دے رہی ہے، بلکہ ذمہ داری کا شعور بھی بیدار کر رہی ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (الاسراء ۱۷:۳۶)

"جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، یقیناً کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہوگی"۔

یعنی جس چیز کے بارے میں تمہیں کامل اطمینان اور پوری طرح علم نہ ہو تو محض اٹکل اور گمان کی بنا پر اس کے پیچھے نہ لگ جایا کرو۔ تہمتیں، بدگمانیاں اور افواہیں سب ایک ہی قبیل کی بُرائیاں ہیں۔ ایک اچھے اور مہذب معاشرے کو ان بُرائیوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے، اس کی بنیاد باہمی تعاون، اعتماد اور حسنِ ظن پر ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی معاملہ میں کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہیے جو محض افواہ پر مبنی ہو اور بدگمانی کی وجہ سے کسی کے بارے میں کوئی غلط بات کہی جائے جس کی وجہ سے کسی فرد، جماعت، ادارہ یا طبقہ کی عزت و شہرت کو نقصان پہنچتا ہو۔ یا کچھ لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہو۔

سورۂ الحجرات میں اُمتِ مسلمہ کی اجتماعی اور شہری زندگی کے لیے ایک جامع ضابطۂ اخلاق پیش کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں ان تمام بُرائیوں سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فتنہ و فساد برپا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے لوگوں میں باہمی تعلقات خراب ہوتے ہیں اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک دوسرے کا مذاق اُڑانا، طعن و تشنیع کرنا، لوگوں پر پھبتیاں کسنا، یا ان کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا، لوگوں کی غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا وغیرہ۔ یہ سب وہ افعال ہیں جو صراحتاً گناہ ہیں اور معاشرے میں بگاڑ و فساد پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام بُرائیوں کو نام بنام ذکر کر کے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں الحجرات کی ایک آیت خاص طور پر قابلِ توجہ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ

تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ط

(الحجرات ۴۹ : ۶)

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔"

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی خبر یا اطلاع ناقابلِ اعتماد ذرائع سے آئے تو بغیر تحقیق و تصدیق اسے من و عن نہیں ماننا چاہیے۔ بلکہ خوب اچھی طرح اس کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ آیا واقعی اس خبر میں کوئی صداقت ہے؟ بغیر کسی تحقیق اور بغیر کامل اطمینان کے اگر کسی ردِ عمل کا مظاہرہ کرو گے تو اس کا نتیجہ سوائے رسوائی اور ذلت کے کچھ نہیں ہوگا۔

مفسرین نے اس آیت کا جو پس منظر بیان کیا ہے وہ بھی اس مسئلہ کی وضاحت کرتا ہے۔ عہدِ نبوی میں بعض لوگوں نے قبیلہ بنی المصطلق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو غلط اطلاع دی تھی کہ اس قبیلہ نے مرکز کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے مرکز کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے لیکن مدینہ منورہ کی جانب سے کسی کارروائی سے قبل خود اس قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے تمام حقیقت بیان کی اور بتایا کہ اس قبیلہ کے کسی فرد نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار نہیں کیا۔ نہ ہی مرکز کی جانب سے بھیجے گئے محصل کو کسی نے قتل کی دھمکی دی ہے۔ دراصل قبیلہ بنو المصطلق سے مخالفت رکھنے والے بعض افراد نے غلط اطلاعات دے کر اور اسے پھیلا کر مرکز کو اس قبیلہ کے خلاف کارروائی پر ابھارنے کی کوشش کی تھی۔ اصل حقائق معلوم ہونے پر مرکز نے بنو المصطلق کے خلاف کارروائی کا ارادہ موقوف کر دیا۔ قرآنِ حکیم نے اس موقع پر یہ حکم دیا کہ اس قسم کی جب کوئی خبر یا اطلاع ملے تو اربابِ حل و عقد کو چاہیے کہ اس کی خوب تحقیق کر لیا کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ حالات سے مغلوب ہو کر یا جذبات میں آکر کسی بے گناہ طبقہ کے خلاف اقدام کر بیٹھیں جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔

(باقی)